محمد اشرف

لیکچرار، شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی ملتان

ڈاکٹر محمد آصف

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

جدید اُردو شاعری میں اجنبیت اور بیگانگی کی ایک نمائندہ مثال: "نقشِ کفِ پا"

Muhammad Ashraf

Lecturer, Department of Urdu, Emerson University, Multan.

Dr. Muhammad. Asif

Assistant Professor Department of Urdu, B.Z.U Multan.

'Naqsh-e-Kaf-e-Pa': A Representative Example of Alienation and Estrangement in Modern Urdu Poetry

Among the literary circles, Jillani Kamran is best known for his robust attachment with Modern Urdu Poetry. His unusual characteristic of composing the longest poems distinguishes him from other modern Urdu poets. 'Yemen ka Shair Janoobi France Main', 'Abi Namer', 'Naqsh-e-Kaf-e-Pa' and 'Baghe-e-Dunya' are representative poems of Jillani Kamran. Naqsh-e-Kaf-e-Pa, in particular, is categorised to be a deviant poem due to its message and content. It is a poetic drama consisting of symbolic characters who represent the mental struggle of wise men living in Pakistan. The technique of personification is aptly used in it. This poem describes how our society is replete with feelings of alienation, estrangement, suffering, pain, futility, meaninglessness, emotionlessness, and helplessness conveying the milieu of modernism. Along with the subtle notes of modernity and existentialism, it depicts how the western and Islamic cultures have been intermingled. We can also trace that modern English literature finds its place in it as well.

Keywords: *Jillani Kamran, alienation, estrangement, suffering, futility, meaninglessness, emotionlessness, and helplessness.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے جدید اُردو شاعری ایک نئے انداز سے ہمارے سامنے آتی ہے۔ جہاں اُردو شاعری کی وراثت میں، مثنوی، مرثیہ، قصیدہ، غزل اور نظم جیسی شعری اصناف نے اپنے اپنے عہد وزمانے میں جوہر دکھائے وہی پر جدید اُردو نظم میں ایک "طویل نظم "کا سلسلہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ یہ سلسلہ،" حالؔی "کی "مدجزرواسلام" یا"مسدس حالی" حفیظ جالندؔھری کی "شاہنامہ اسلام"، اقبالؔ کی مسجد قرطبہ، شکوہ، جوابِ شکوہ، ساقی نامہ، خضرِراہ، ذوق وشوق اورن۔م۔ راشد کی ایران میں اجنبی جیسی طویل نظموں سے ہوچکا تھا۔ لیکن ۱۹۶۰ء کی دہائی میں طویل نظم کا یہ سلسلہ ہمیں ضیا جالندؔھری کی زمستان کی شام، سالمی، زمہریر، طوفان کے بعد، موجِ ریگ، بگولے، چاک اور ہم، کمار پاشؔی کی، ولاس یاترا، اختر الایماؔن کی، ایک لڑکا، ڈاکٹر سعادت سعید کی فنون آشوب، وزیر آغاؔ کی، آدھی صدی کے بعد، الاؤ، جیسی نظمیں طویل نظموں کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ طویل نظم بنیادی طور پر مختلف حصوں پر مشتمل ہوتی ہے جسے "کانتوز"، کا نام بھی دیا جاتا ہے ن۔م راشد کا شعری مجموعہ، "ایران میں اجنبی" اور ضیا جالندھری کی چند نظمیں کانتوز یا مختلف حصوں پر مشتمل ہیں لیکن آج تک طویل نظم کی واضح تعریف کسی نقاد نے نہیں کی۔

> "جدید شاعری کے بارے میں جہاں کئی اور متنازعہ امور ہیں جن پر کہیں غلط فہمی کی تہ چڑھی ہوئی ہے تو کہیں تجاہلِ عارفانہ کی دھند! وہاں جدید شاعری میں طویل نظم کے متعلق بھی اذہان صاف نہیں ہیں۔ ہماری تنقید اس معاملے میں ابھی تک اس کی حدود متعین نہیں کرپائی۔"(۱)

طویل نظم کی بحث پر مختلف نقادوں نے مختلف رائے دی ہے کہ طویل نظم بنیادی طور پر ایک نظم نہیں ہوتی بلکہ وہ مختلف مختصر نظموں کا سلسلہ ہوتا ہے جسے طویل نظم کہا جاتا ہے۔

> "ہمارے زمانے میں ایک ہیئت کے طور پر طویل نظم کا مسئلہ اتنا ہی مبہم اور پیچیدہ ہے جتنا کہ طویل مختصر کہانی کا۔ کوئی ایسا متعین ضابطہ نہیں جس کے مطابق یہ طے کیا جاسکے کہ نظم کون سی حد یا شکل اختیار کرنے پر طویل ہوجاتی ہے۔"(۲)

طویل نظم کے بارے میں جو کچھ بھی کہا جاتا رہا لیکن ۱۹۶۰ئ کے بعد طویل نظم بڑی اہمیت اختیار کرجاتی ہے اوراِسے ایک نئے شعری تجربے کے طور پر ان نظموں میں تجربے کے ساتھ ساتھ نہ صرف نئے اسالیب کو برتا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

گیا بلکہ اجتماعی تجربوں کے لیے انفرادی ہیئتوں کی تلاش میں بھی تنوع ملتا ہے۔ بہر حال طویل نظم کی تعریف کوئی بھی کی جائے لیکن مختصر یوں تعریف کی جا سکتی ہے۔

"چھوٹی (مختصر) نظم کی Poetics کم و بیش وہ ہے جو افسانے کی ہے اور طویل نظم کی شعریات کم و بیش وہ ہے جو ناول کی ہے۔"(۳)

طویل نظم کے اسی سلسلے میں جیلانی کامران کا نام ایک نمائندہ شاعر کے طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔ ان کے پہلے شعری مجموعے "استانزے" میں شامل نظمیں "یمن کا شاعر جنوبی فرانس میں" اور "ابی نمر" جیسی نظمیں طویل نظموں کی کڑی ہیں لیکن ان کے دو شعری مجموعے "نقش کف پا" اور "باغِ دنیا"، باقاعدہ طور پر لمبی یا طویل نظموں کا نقطہ عروج ہیں۔ جس بناء پر جیلانی کامران کو جدید اُردو نظم میں طویل نظم کا نمائندہ شاعر کہا جاتا ہے، جس سے حالؔی کی (مسدس حالی / مد جزرو اسلام) اور حفیظ جالندھری کی "شاہنامہ اسلام" کی روایت اجاگر ہو جاتی ہے۔ لیکن جیلانی کامران کی یہ طویل نظمیں، 'نقش کف پا" اور "باغ دنیا" جدید عہد کے تقاضوں اور ضرورتوں کی نمائندہ عکاسی ہیں۔ "جیلانی کامران کے پہلے شعری مجموعے استانزے (مطبوعہ ۱۹۵۹ئ) میں بھی دو طویل نظمیں "یمن کا شاعر جنوبی فرانس میں" اور "ابی نمر" شامل تھیں لیکن ان کی شاعری میں دو طویل تخلیقات "نقش کف پا" اور "باغ دنیا" ہیں۔"(۴)

جیلانی کامران کی طویل نظم "نقشِ کفِ پا" ۱۹۶۲ئ میں شائع ہوئی جو ایک مکمل شعری مجموعے کی صورت میں منظر عام پر آئی یعنی یہ شعری مجموعہ ۴۹ صفحات پر مشتمل ایک ہی نظم پر حامل ہے۔ جس میں سات کردار وں کے ذریعے نظم کے مرکزی نقطے کو بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے "نقش کف پا" کو ایک کرداری نظم بھی کہہ سکتے ہیں لیکن یہ کردار کسی ڈرامے کے کرداروں کی طرح نہیں ہیں بلکہ جیلانی کامران نے ان کرداروں کے ذریعے نظم کے نفسِ مضمون کو واضح کیا ہے نظم کے کردار درج ذیل ہیں۔

۱۔ اندھے مردوں کا کورس

۲۔ قیدی

۳۔ ایک سایہ

۴۔ لڑکا

۵۔ بوڑھے درویش

۶۔ عورت کا سایہ

۷۔ مصنف

اُردو شعری روایت میں جب کردار آپس میں مکالمہ کریں اور نظم انہی کرداروں کے مکالموں پر آگے بڑھے تو اسے ایک ڈرامائی نظم کہا جاتا ہے کیونکہ کرداروں کا آپس میں مکالمہ کرنا ڈرامے کی ہیئت کو جنم دیتا ہے۔ لیکن جیلانی کامران نے "نقشِ کفِ پا" کو ایک ڈرامائی نظم کہنے سے منع کیا ہے اور اسے ایک "لمبی نظم" کہا ہے۔

"مَیں نے 'نقش کف پا' کو ڈرامائی نظم کہنے کی بجائے لمبی نظم کے نام سے پکارنا مناسب سمجھا ہے یہ رعایت جذباتی نہیں ہے بلکہ مَیں نے جان بوجھ کر ڈرامائی کی ترکیب کو استعمال کرنے سے احتراز کیا ہے کیونکہ ڈرامائی کے ساتھ ہمارا ذہن ڈرامے اور ڈرامے کے ذریعے اسٹیج اور اداکاری کی طرف چلا جاتا ہے اور اس طرح ایک ڈرامائی نظم شاعری کی حدود سے باہر نکل کر ایسے فن کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے جس کا شاعری سے بہت کم تعلق رہا ہے۔"(۵)

"نقشِ کفِ پا" ایک لمبی یا طویل نظم ہے جس میں جیلانی کامران نے کرداروں کے ذریعے ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی بیگانگی، اجنبیت، کرب، دُکھ، بے چینی، لایعنی اور بے معنی زندگی کے مسائل، ان لوگوں کے مسائل کے ساتھ بیان کیے ہیں جو مقصدِ حیات سے بیگانہ ہیں اور اندر کی ذات اور مقصدِ حیات کو نہیں پہچانتے ہیں، یعنی ماحول کی بے حسی کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کردار ڈرامے کے مصنوعی کرداروں کی طرح نہیں ہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں پائے جانے والی حقیقی زندگیوں کے کردار ہیں۔ "نقشِ کفِ پا" کو بعض نقاد ایک منظوم ڈرامہ بھی قرار دیتے ہیں۔

> "نقشِ کفِ پا" ایک منظوم ڈرامہ ہے جس کے کردار علامتی ہیں دراصل یہ پاکستان کے ایک ذہین فرد کی ذہنی کش مکش کا تمثیلی اظہار ہے۔ یہ عذاب ولا تش حاضر جس سے پوری کی پوری قوم گزر رہی ہے ہم سب کی المناک داستان ہے۔"(۶)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اصل خیال یا تصور کسی تخلیق کار کے ذہن میں ہوتا ہے کہ اس تخلیق کا کیا مقصد ہے۔ اِسی طرح جیلانی کامران نے "نقشِ کفِ پا" کو ایک ڈرامائی نظم کہنے کی بجائے لمبی نظم کہنا مناسب سمجھا کہ اس کے کردار اس نوعیت کے ہیں کہ انہیں ڈرامے کے کردار ہرگز نہ سمجھا جائے کیونکہ یہ کردار ایک نظم کے انداز کے ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

' "نقشِ کفِ پا' کے کردار ڈرامے کے کردار نہیں ہیں کیونکہ ان میں وہ مخصوص رنگ نہیں ہے جسے ہم ڈرامے کے زندہ کرداروں کے حوالے سے جانتے ہیں۔"(۷)

نظم "نقشِ کفِ پا" جو سات کرداروں پر مشتمل ہے اس کا مرکزی کردار "قیدی" ہے ۔یہ کردار "قیدی" اپنے اندر ایک گہری غور وفکر لیے ہوئے ہے۔"قیدی" کے ذریعے ایک ایسے انسان کی عکاسی کی گئی ہے یا علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو اس انجان دنیا میں اجنبیت اور بیگانگی سے دوچار ہے۔ جو زندگی کے مقاصد اور تقاضوں سے تو آشنا ہے لیکن اُسے دنیا کے طرز پر چلانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ وہ اپنے اندر زندگی کا کرب لے کر چل رہا ہے جس میں اندھے مردوں کا کورس اس کا ہمنوا ہے۔

چیخوں! ڈھونڈوں!
شہر خاموش ہیں! گردش، موسم،
فاصلے وقت کے محتاج ہیں، پھر میں کس سے
اپنی تکلیف کہوں؟ سب مُجھ سے
اس قدر دور ہیں جیسے تارے
کہکشاں دُور ہے!

(نقشِ کفِ پا، ص:۴)

جیلانی کامران کی یہ طویل نظم اپنی جگہ ایک اکائی ہے کیونکہ نظم کا ہر مصرعہ دوسرے مصرعہ سے اس طرح جُڑا ہوا ہے کہ کسی مصرعہ کو الگ الگ نہیں پڑھا جا سکتا ہے بلکہ پہلے مصرعہ کا آخری لفظ دوسرے مصرعہ کی ابتداء ہوتا ہے۔ جدید نظم نگاری میں یہ ایک انوکھا فن ہے جسے جیلانی کامران جیسے جدید نظم گو شاعر نے بڑے خوب انداز سے نبھایا ہے۔ اگرچہ جیلانی کامران کی نظم "نقشِ کفِ پا" کے ابتداء میں ہی زندگی کے حقیقی مسائل اور کرَب ودکھ کو بیان کیا گیا ہے لیکن نظم کے مصرعوں کا آپس کا ربط اس نظم کی خوبصورتی کو نہ صرف بڑھا دیتا ہے بلکہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مصرعہ کا آخری لفظ دوسرے مصرعہ کی اُمید کی تشنگی کو بجھاتا ہے۔"قیدی" کردار سے شروع ہونے والی یہ نظم مایوسی اور ناامیدی کو بھی بیان کرتی دکھائی دیتی ہے۔

موت اور عمر کا دل سرد ہے، جینا مرنا
مر کے جی اٹھنا یا مر جانا یا رستے کا عذاب

خاک اور جسم کی تقدیر بنانا! ظالم
سب کا غم سخت ہے! سورج تارے
ان کا غم سخت ہے، دل سرد ہے! ٹھنڈک میرے
سانس کی آنچ ہے! سب کہتے ہیں، جینا نعمت
جاگنا خُلد ہے، لیکن کِس کا
جاگنا خلد ہے؟ جینا نعمت
کِس کی تقدیر ہے؟
میں کون ہوں؟ میرے پاؤں
کون سی خاک کے رہگیر ہیں؟ میرے بازو
کون سے جسم کی تائید ہیں؟ لیکن بازو
پاؤں اور آنکھ مری آنکھ کی پلکیں، ناخن
ناک اور کان، مرا جسم، مرے افسانے۔۔۔
آخرش موت ہیں!

(نقشِ کفِ پا، ص:۳۰)

"قیدی" کردار دنیا کی بیگانگی اوراجنبیت کے ساتھ ایک نامعلوم کرب کا شکار ہے اور ہر طرف زندگی میں ناامیدی اورمایوسی کو پاتا ہے۔ دنیا میں بسنے والے لوگ بے حِس اور خود غرض بنے ہوئے ہیں یعنی اُسے اپنے آس پاس اورارد گرد وسب کچھ لایعنی اور بے مقصد و بے معنی نظر آتا ہے۔ اتنے میں ایک تیسرا کردار "سایہ" ہاتھ میں کتاب تھامے نمودار ہوتا ہے اور "قیدی" کردار (جو انسانی زندگی کی علامت ہے) سے کہتا ہے کہ 'پڑھ اور سمجھ' کیونکہ اس پڑھنے سے سمجھنے کی طاقت نمودار ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر کردار "سایہ" علامتی طور پر بیان کیا گیا ہے جو ہمیں اسلامی تاریخی روایت اور حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی ابتداء "اقرائَ"(پڑھ) سے ہوئی تھی۔ جیلانی کامران کی تمام شاعری گہرے اسلامی، عربی، عجمی تہذیب وثقافت کے رنگوں میں رنگی ہوئی ہے۔ ان کے ہر شعری مجموعے میں اسلامی تہذیب وثقافت کا رنگ پوری آب تاب سے نظر آتا ہے لیکن اس نظم میں یہ علامتی کردار "سایہ" تھوڑی دیر کے لیے ظاہر ہوتا ہے جو پڑھنے اور سمجھنے کی تاکید کرکے غائب ہو جاتا ہے جس پر "قیدی" بڑے

فلسفیانہ اور مدبرانہ انداز سے انسان اور انسانی زندگی کو نفرت، حسد، آگ، جلن، جھوٹ، ریت کی طرح بکھرتے خونی رشتے، زندگی کا بے معنی ولایعنی مقصد کی طرف گامزن ہونا، انسان کا مشینی زندگی میں ڈھل کر تنہائی کا شکار ہونا اور سب سے بڑھ کر انسانیت کا کرب و دکھ میں مبتلا ہونا، جیسے مسائل کو بیان کرتا ہے۔

میری آنکھیں
درس و تدریس سے بے نور ہیں! جملے عاری
فہم محروم ہے! پڑھ لوں: اشرف
حق کے اوصاف کی تلقین ہے...، خالی باتیں
محض الفاظ کی تبلیغ ہے! برحق! ناقص
جھوٹ، سب جھوٹ ہے! مَیں نے فقرے
ان گنت لفظ پڑھے، جھوٹ کے لمبے قصے
جھوٹ کا نام پڑھا ہے !
اے مرے جسم، مری آنکھ، مرے دل! میری
زندگی راکھ ہے، مجھ سے راحت
روشنی دور ہے! کالی راتیں
مجھ سے مانوس ہیں، جینا یہ ہے؟

....

ٹھوکریں مار کے مایوس نہ ہوں! مَیں اپنے
جسم پر بوجھ ہوں، نفرت ہوں، ہوا ہوں جس پر
موت کا لفظ لکھا ہے! ظالم
علم بھی ظلم ہے !

....

آگ کے ساتھ مرے جسم نہ کھیل!
آگ کے ساتھ مرے بخت کا ناطہ ہے، مرا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ریت کے ساتھ کڑا رشتہ ہے، تنہائی کی
چیخ تقدیر کا انعام ہے!

(نقشِ کفِ پا، ص:۶۔۵)

"سایہ" کردار کے غائب ہونے اور کردار "قیدی" کا زندگی کے دکھ، درد اور کرب کو انسانی زندگی کا مستقل المیہ قرار دینے اور انسانی رشتوں کو ریت کے مماثل کردار دینا، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسان اپنی حقیقت سے دور ہو چکا ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کی محبت اور میراث کو مٹا چکا ہے اور ہر طرف خود غرضی کا سماں دکھائی دیتا ہے، انسان اپنی منزل کھو چکا ہے اور ایک ایسے سفر پر گامزن ہے جس کی کوئی منزل نہیں ہے۔

کل کی میراث کا ہر نقش مٹا ہے، کل کے
راستے گم ہیں___ مرے ساتھ کے راہی جن کے
ساتھ میں اپنے لیے دن کی چمک تھا، اُن کے
قافلے چپ ہیں۔۔۔

(نقشِ کفِ پا، ص:۶)

جیلانی کامران "نقشِ کفِ پا" نظم میں ہر کردار کو بڑے خوبصورت انداز سے ضرورت کے تحت نمودار کرتا ہے اُن سے اپنے کمالِ فن سے انسانی زندگی سے وابستہ مسائل، دکھ، کرب بے حسی اور زندگی کی لایعنیت کا اظہار کرواتا ہے۔ اِسی طرح اِس نظم کا شروع کا کردار "اندھے مردوں کا کورس" جو حقیقت میں "قیدی" کردار سے جُڑا ہوا ہے، نمودار ہوتا ہے اور یہ کہتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک گناہگار ہے۔ انسانی زندگی میں بہت سے مصائب اور ظلم ہیں لیکن ان کا مداوا کوئی نہیں ہے، بلکہ یہ مصائب اور مظالم بڑھتے چلے جا رہے ہیں کوئی اِن مظالم کے خلاف بولنے والا نہیں ہے۔ سب کی زبانیں چپ ہیں کوئی ان مصائب کو دیکھنے والا نہیں ہے، سب اندھے ہیں یعنی خاموشی اور اندھا پن اب انسان کا مقدر بن چکا ہے۔ جیلانی کامران ایک حساس شاعر ہیں جب وہ اپنے ملک پاکستان کے لوگوں کی زندگی اور ایڈنبرا (انگلینڈ) کے لوگوں کی زندگی کا موازنہ کرتے ہیں تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے خطے کے لوگ تو انسانی زندگی کے بنیادی حقوق سے ہی محروم ہیں اور ان سب مصائب، مظالم اور محرومیوں کا سبب یہی ان کی خاموشی ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

یہ عجب شخص گنہگار ہے، جب سے دنیا
زیست اور وقت کی محتاج ہے اس کی قسمت
جن سوالات کی محتاج رہی ہے ان کا
لوگ جب ذکر کبھی کرتے ہیں اپنا جینا
اپنے آرام کو رد کرتے ہیں! ظالم، ظالم

....

زیست کیا چیز ہے؟ دل اور کانٹے
سالہا سال کی تکلیف کے نوحے، آخر
قبر کی نیند کی روداد ہے! ساری دنیا
چپ کی تحریر ہے؟ سارا عالم
پھول اور شاخ کے پتے، شبنم
چپ کی تحریر ہیں، سب لوگ زمیں پر ساکت
چپ کے لکھے ہوئے الفاظ ہیں، سیاروں پر
خامشی لکھا ہو الفظ ہے! اندھے، اندھے

(نقشِ کفِ پا، ص:۶،۷)

"اندھے مردوں کا کورس بھی قیدی کی زندگی کے ایک رخ کا استعارہ ہے جہاں کی صنعتی زندگی کی کشاکش انسان کو انسانی اقدار سے غافل بنا کر مشینی عمل اور جسمانی تقاضوں کا اَسیر کر دیتی ہے۔ قیدی اور اندھے مرد ایک ہی کرُب اور ایک ہی اُمید شکنی کا شکار ہیں اور اپنے ماحول کی حوصلہ شکن میکانکیت کے خلاف بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔"(۸)

جیلانی کامران نے "قیدی" کردار کی ایک عمدہ خوبی یہ بھی دکھائی ہے کہ وہ حقیقت سے بھاگنے کا راستہ تجویز نہیں کرتا بلکہ جیسے ہی اس کے ساتھ "اندھے مردوں کا کورس" کا کردار میسر آتا ہے۔ تو یہ "قیدی" کے کردار میں ایک دم سے اِس میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہے کیونکہ اس نظم میں آگے جا کر "قیدی" کردار کے اُن

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"اندھے مردوں کے کورس" کا رقص شروع ہو جاتا ہے اور ایک دائرے میں گھومنے لگتا ہے اور یہ انسانی زندگی سے وابستہ کئی ایک پریشانیوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

روزی! روزی !
فائلیں، افسر و ماتحت کی تلخی، دن کے
کام اور کاج کے اوقات، قیامت آفس،
بیویاں، خاک کی تقدیر، گھرانے، بچے
تیس دن موت، کبھی خاک کبھی آگ، کبھی
اونچ اور پنچ کے بخشے ہوئے صدمے، پنشن
بینک اور سُود کی تفصیل، مصیبت، نقشے
آمد اور خرچ کے آداب، روپے اور پیسے
عمر کے اتنے کئی ایک سے تحفے، اندھے!
قیمتی چیز ہیں!

(نقشِ کفِ پا، ص:۷،۸)

"قیدی" کردار کے اِرد گرد رقص کرتے ہوئے "اندھے مردوں کا کورس" والے یہ وہ لوگ ہیں جو محض دائرے میں گھوم کر زندگی کو زندگی تصور کر رہے ہیں۔ یعنی ان "اندھے مردوں کے کورس" کے افراد کو ایک غیر تخلیقی ماحول کی علامت ظاہر کیا گیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو مقصدِ حیات سے بیگانہ ہیں اور زندگی کو بے معنی چیز سمجھتے ہیں۔ ان افراد میں وہ بصارت ہی نہیں ہے جو ارد گرد کے ماحول اور حقائق کو دیکھ یا ادراک کر سکیں۔ وہ بصارت سے محروم اس زندگی کے عادی ہو چکے ہیں جو حقائق سے بھاگنے کی عادی ہے جس کے لیے دنیا کا کوئی دُکھ اور کرَب اُن کے لیے کوئی دکھ اور کرَب نہیں ہے۔

ہم اندھے ہیں
آنکھ کے نور سے محروم ہیں، ہم اندھے ہیں،
امن کے شہر سے محروم ہیں، ہم اندھے ہیں،
ہم کئی سال سے بے نور ہیں، ہم اندھے ہیں،__

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

(نقشِ کفِ پا، ص:۱۵)

اس نظم کا کردار "اندھے مردوں کا کورس" بے معنی اور لایعنی زندگی کی بھی علامت ہے، کیونکہ ان لوگوں کے پاس جو خوشیاں ہیں وہ ان کی اپنی ذات تک محدود ہیں۔ وہ اپنی ذات کے دائرے سے باہر نکل کر اپنے اور دوسروں کے لیے خوشیاں تلاش کرنے کی ہمت واستطاعت نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ اس وقتی خوشی میں گم ہیں اورآنے والے غم، دکھ، کرَب اور مصائب کا سامنا نہیں کرنا چاہتے وہ اپنی محنت اور جستجو کے عمل سے گریز کرتے کرتے اس حد تک بے بہرہ ہو چکے ہیں کہ ان کی یاداشت بھی کہیں کھو چکی ہے اور جز وقتی خوشی میں خوش ہیں۔

سن، ہمیں دیکھ !
ہم کبھی موت سے مانوس نہیں ہیں __ ہم نے
عمر کو زیست کہا ہے اس کی
ہر بری بات کی تعریف کہی ہے، شاید
اس لیے خوش ہیں!

(نقشِ کفِ پا، ص:۱۸،۱۹)

"اندھے مردوں کا کورس" کردار میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو زندگی کی ساری خوشیوں میں محو اور تمام آسائشوں میں مسحور ہیں۔ ان جیسے افراد کے اِرد گرد خوشیاں ہی خوشیاں ہیں جو دنیا کے غموں، دکھ اور کرَب کا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتے اور ان مختصر لمحاتی خوشیوں کو مستقل خوشی تصوّر کرتے ہیں۔ ان کے جینے کے ڈھنگ اور قرینے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کوئی دکھ و کرَب نہیں ہے اور یہ اپنے غیر تخلیقی رویوں پر اس طرح خوش ہیں جیسے کرَب اور دکھ ان کے قریب بھی نہیں بھٹکے گا۔

موت کا ذکر کوئی ذکر ہے؟ جب تک ہم ہیں
موت موجود نہیں ہے! اس کا
کس لیے تذکرہ اور ذکر کریں، اور دن کے
نیک ایام کو منحوس کہیں __ ؟
زندگی موت کی محراب میں کاٹیں، اپنے
سانس ہر وقت گنیں،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

موت کا ظلم سہیں!__

(نقشِ کفِ پا، ص:۱۹)

"یہ نظم پاکستان کی تاریخ میں ہونے والے جبر اور ناانصافی کے نتیجے میں فرد کی روحانی تذلیل کا نوحہ ہے یہ جیلانی کامران صاحب کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔" (۹)

جیلانی کامران نے اپنی اسی طویل نظم "نقشِ کفِ پا" میں اپنے تخلیق کردہ کرداروں کے ذریعے جہاں پر انسانی دکھوں، غموں اور کرَب کا ذکر کیا ہے وہی اس نظم میں عجمی و اسلامی تہذیب و ثقافت کو بھی پیش کیا ہے۔ جیلانی کامران انسانی زندگی کو فانی اور ابدی زندگی قرار دیتے ہیں، یہ زندگی جو خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذات کی پہچان اور اپنی عبادت و اطاعت کے لیے دی ہے۔ کیونکہ آدم کے مجسمے میں روح پھونکتے وقت ربِ کریم نے تمام روحوں سے وعدہ لیا تھا کہ وہ سب اللہ کی عبادت کریں گی۔ لیکن انسان جب اس دنیا میں ظہور پذیر ہوا تو وہ خالق کو بھلا کر اس رنگ پر نگی دنیا کی خوبصورتیوں میں مست ہو گیا۔ اپنے پیدا فرمانے والے کو دیا ہوا وعدہ بھلا بیٹھا، لیکن رب کریم نے بھی فرما دیا تھا کہ "کل نفس ذائقۃ الموت" یعنی موت ہر چیز پر لازم ہے۔ اس کے حکم نامے کے باوجود بھی انسان غافل ہے اور اپنی خوبصورت جوانی جو اللہ کی عبادت میں گزارنی چاہیے تھی اس نے ان لمحات کو دنیا کی رونقوں میں ضائع کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں لحہ بہ لحہ انسانی ضمیر کو بیدار کرنے والے حادثات کو ہم نے اتفاقات کہا۔

ہم نے پچیس برس لطف میں کاٹے، کالج
ناچ اور رنگ میں دن رات گزارے، ہم نے
لڑکیاں غور سے دیکھیں...اُن کے
جسم پر رات کے کلمات لکھے اور آخر
یہ کہا__ جسم ہر اک چیز ہے باقی ڈھوکا
آنکھ اور ہاتھ کا ڈھوکا ہے!__ خدا کی شاہی
اصل میں جسم کی شاہی ہے!
ہم نے پچاس برس جتن میں کاٹے، دفتر
رزق اور عیش میں دن رات گزارے، ہم نے
حادثے غور سے دیکھے__ ان کو

اتفاقات کہا__

(نقشِ کفِ پا، ص:۲۰۔۱۹)

"جیلانی کامران نے انگریزی اَدب کا وسیع مطالعہ کر رکھا تھا۔ اس لیے اس طویل نظم "نقشِ کفِ پا" میں انہوں نے یورپی شعری روایت اور فکری اثرات کو استعمال و قبول کیا ہے لیکن خوبصورت بات یہ ہے کہ اس نظم کا ضمیر عجمی اسلامی تہذیب کا ہے۔"(۱۰)

جیلانی کامران نے "اندھے مردوں کا کورس" کے کردار کے ذریعے ہمارے ماحول اور ارد گرد کے وہ غیر تخلیقی افراد ظاہر کیے ہیں جن کی بے معنی اور لایعنی سوچ کا عکس جابجا نظر آتا ہے۔ "قیدی" ایسے افراد کے خیالات پر تلملاتا دکھائی دیتا ہے لیکن وہ (اندھے مردوں کا کورس) لوگ اس کرَب سے بے نیاز ہیں جس میں قیدی مبتلا ہے، بلکہ یہ کرب مزید شدت اختیار کر جاتا ہے اور اس کرَب کی آگ اَب اندھے مردوں کو بھی محسوس ہونے لگتی ہے جو اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شاعر نے اپنے زمانے کی مشکلات سے قطع نظر حق و باطل کے معرکے کو اپنے اندر محسوس کیا ہے۔ قیدی کا مرکزی کردار ایسے خیالات کی تجسیم سے ان اندھے مردوں کو اپنی موجودگی کا احساس دلاتا ہے اور بے حِس، تخلیقی قوت و صلاحیت سے محروم، بینائی و بصارت سے بے بہرہ افراد آخر کار حقیقت کے آگے اپنے دلائل کو کم تر تصوّر کرتے نظر آتے ہیں اور سجدے میں گر جاتے ہیں۔

ہم تو اُس شخص کے ساتھی ہیں، جو قیدی ہے، جسے
راہ کی گرد سمجھتی ہے، لہو کی تلخی
جس کی ہمراز ہے، اس کی باتیں
ہم سمجھ سکتے ہیں__ لیکن جو اِشارے تُو نے
ہم کو سمجھائے ہیں مشکل ہیں،__ ہمیں تو جاہل
نا سمجھ جان! بتا، بوجھ وہ کیا ہے جس کا
دل تیرا آج بھی محکوم ہے؟
ہم کبھی آنکھ کے اندھے تھے مگر کانوں سے
بات سن سکتے تھے
آج ہم کان سے بہرے ہیں، مگر آنکھوں سے

ان سنی بات سمجھ سکتے ہیں!

(نقشِ کفِ پا، ص:۳۲)

"نقشِ کفِ پا" میں جیلانی کامران نے عجمی و اسلامی تہذیب کو جس خوبصورتی سے بیان کیا ہے یہ فن نئی جدید شعری روایت کا مظہر ہے۔ انسان نے جب اپنے خالق کو بھلا دیا اس کے ذمے رب کی عبادت کو فراموش کر دیا اور دنیا کی رونقوں میں نہ صرف مست ہو گیا بلکہ موت جیسے اٹل حکم کو بھی فریب دینے لگا اور چند روپے پیسے دینِ اسلام اور خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے خود کو خُلد کا وارث سمجھنے لگا۔

ہم نے جب موت کے عفریت کو دیکھا، ہم نے
لائف کے بانڈ خریدے، خود سے
موت کا ذکر کیا___ ،
اور اسلام کی تبلیغ کی خاطر زیور،
کچھ روپے وقف کیے! اور راتیں
دینِ اسلام کی تلقین میں کاٹیں___ ! ایسے
جسم اور زیست کی بنیاد پہ خُلد اور دُوزخ
مقبرے نصب کئے !

ہم نے یوں موت کو تسخیر کیا،
ہم نے یوں خوف کو تسخیر کیا،
ہم نے یوں جسم کو تسخیر کیا، اور شاید
اس لئے خوش ہیں !

(نقشِ کفِ پا، ص:۲۰)

"جیلانی صاحب نے اس نظم میں قیدی کے ذریعے ہماری زندگی میں جبر کی مختلف شکلوں کو دکھایا ہے۔"(۱۱)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اس نظم کا ایک کردار "لڑکا" جو عجمی واسلامی مذہبی رجحان کا حامل ہے۔ لیکن جیلانی کامران نے اس کردار میں بھی آج کے موجودہ مذہبی رجحان رکھنے والے شدید مذہب پرستوں کی نشاندہی کی ہے۔ جو دوسروں کو تو دینِ اسلام کی تبلیغ اوراس کے اصولوں پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن خود اس عمل پر کاربند رہنے سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ یہ کردار "لڑکا" جو حقیقت کی تلاش میں ایک روحانی سفر پر گامزن ہے لیکن مذہبِ اسلام کے اصولوں اوراس کی حقیقت سے نابلد ہے۔ وہ ایک سرو کے درخت کے سائے میں ہے اسی سرو کے درخت کو سایہ رحمت سمجھتا ہے۔

سرو کی شاخ میں ہر چیز ہے، صحر الشکر
تاج اور تخت، زمیں اور گُلشن
حادثے خواب تلاطم۔ ہم سب
اور مَیں خود ہوں

(نقشِ کفِ پا، ص:۳۸)

اسی طرح نظم "نقش کف پا"، کا ایک اہم کردار، "عورت کا سایہ" ہے۔ یہ کردار اِس معاشرے اور تہذیب کے لیے "امن اور خوشی" کا علامتی استعارہ ہے۔ چونکہ عورت کے ظہور سے اِس جامد اور بے حِس معاشرے میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کیونکہ اس کردار کی آمد سے لڑکا سجدے میں گر جاتا ہے، اندھے مردوں کا کورس اس کی آمد کے گیت گاتے نظر آتے ہیں اور زندگی کی حقیقت کو پانے کی سعی کرتے ہیں اوران بوڑھے درویشوں کے رقص میں اندھے مرد بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ قیدی جو اس نظم کا مرکزی کردار ہے وہ بھی یہ سب منظر دیکھ کر باقی دوسرے کرداروں سے آملتا ہے۔

ریت کے مُلک کی خاتون جھکی ہے اُس نے
ریت کے کان میں الفاظ کہے ہیں، پانی
راہ پر نہر کا پانی ہے، جسے ہم اندھے
سالہا سال سے پیتے ہیں، مگر ہم اُس کی
منزلت دیکھ کے بے چین ہیں، لیکن اُس کے
نام اور لطف سے ناواقف ہیں !

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

(نقشِ کفِ پا، ص:۴۵)

نظم کے آخر میں جہاں پر درویشوں کے رقص میں اندھے مردوں کا کورس، لڑکا، قیدی جو فاصلے پر کھڑا یہ رقص دیکھ کر اِس میں شامل ہو جاتا ہے، وہی ایک نیا کردار "مصنف" کا ظاہر ہوتا ہے۔ جو نئے خوش نما ملک کے لیے دعایتہ کلمات ادا کرتا نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہ دعائیہ انداز سے ظلم میں ڈوبتے ستاروں کا ماتم کرتا ہے، تیرگی کی افتاد کا رونا روتا ہے، اور امن وسکون کے لیے بے تاب دکھائی دیتا ہے۔ وہ رات کے پھیلتے ہوئے اندھیرے کو ظلم سے مشابہ کرتا ہے اور پھر ایک نئی اُمید کی شمع اس طرح روشن کرتا ہے کہ خوشی کا دن اُن ظلم کی راتوں سے کہیں زیادہ وقعت رکھتا ہے۔ "مصنف" کا کردار اگرچہ آخری لمحات میں شامل ہوا ہے لیکن اس کردار نے شاعر کے مقصد کو بیان کرکے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے۔ بلکہ یوں سمجھیں کہ یہ "مصنف" کا کردار مذکورہ بالا تمام کرداروں کا نقطہ عروج ہے، اور جس کے بغیر اندھے مردوں کا کورس، ایک سایہ، لڑکا، قیدی، بوڑھے درویش، ایک عورت کا سایہ، جیسے کردار اَدھورے اور نامکمل لگتے ہیں۔

خوشنما__! ملک تیرے نام سے خوش ہیں، تیرا
تذکرہ کرتے ہیں خوش ہوتے ہیں، تیری بخشش
خاک و خاشاک پہ رحمت ہے، خوشی کے آنسو

....

ڈوب! اے ظُلم کے بدبخت ستارے اپنی
تیرگی روک! بیاباں کے رہزن! اپنی
دسترس امن کی تحریک بنا، کہ جس کی
منتظر وقت کی رفتار تھی اُس کا خیمہ

....

رات کے ظلم پہ حاوی ہے، خوشی کا اک دن
غم کے سو سال پہ بھاری ہے، زمیں کی دولت
عرش کے نام کی سوغات ہے !

(نقشِ کفِ پا، ص:۴۸-۴۷)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"جہاں تک فارم اور ہیئت کا تعلق ہے۔"نقشِ کفِ پا"کا عجمی شعری روایت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اسے جس انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ عجمی شعری روایت کا انداز نہیں ہے اس لیے "نقشِ کفِ پا" کو اچھا یا برا کہنا بھی ایک طرح کی بے انصافی ہوگا۔"(۱۲)

اس نظم "نقشِ کفِ پا"کا مرکزی اور بنیادی نقطہ یہ ہے کہ انسان جن دکھوں، غموں اور مصائب و مسائل کا شکار ہے ان کا حل موت کی خواہش میں تلاش کرنے کی بجائے جستجو، محنت، لگن اور کمالِ ہنر سے نئی خوشیاں اور امن و سکون تلاش کرنا چاہیے یہ نظم انسان کو پر اعتماد زندگی گزارنے کا راز بتاتی ہے۔

"میرے نزدیک جیلانی کامران کے تمام شعری مجموعوں میں "نقشِ کفِ پا"ان کی شاعری کی معراج ہے۔"(۱۳)

حوالہ جات

۱۔ قرشی، علی محمد،"ضیا جالندھری: شخصیت اور فن"اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد ۲۰۰۷ء، ص:۸۵

۲۔ شمیم حنفی، "طویل نظم سن ساٹھ کے بعد" مشمولہ، اُردو نظم ۱۹۶۰ء کے بعد پیش کش، اُردو کادمی دہلی ۱۹۹۵ء، ص:۹۱

۳۔ شمس الرحمن فاروقی، "طویل نظم، مختصر نظم"مشمولہ، ماہنامہ، "اوراق"، اپریل ۱۹۸۴ء، ص:۵۴

۴۔ قریشی، لطیف، "جیلانی کامران ایک مطالعہ"، ص:۳۷

۵۔ جیلانی کامران، "نقشِ کفِ پا"(پیش لفظ)، مکتبہ ادب جدید، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص:۱

۶۔ قریشی، وحید، ڈاکٹر، "جدیدیت کی تلاش"، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص:۴۸

۷۔ جیلانی کامران، "نقشِ کفِ پا"(پیش لفظ)، ص:۲

۸۔ قریشی، وحید، ڈاکٹر، "جدیدیت کی تلاش"، ص:۴۰

۹۔ اصغر ندیم، سید، "جیلانی کامران، جدید نظم کا معتبر حوالہ"، مشمولہ "راوی"لاہور ۲۰۰۳ء، ص:۱۰۴

۱۰۔ ضیاءالحسن، ڈاکٹر، سے مقالہ نگار کا ایک انٹرویو، ۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۹ء، لاہور

۱۱۔ اصغر ندیم سید، "جیلانی کامران جدید نظم کا معتبر حوالہ"، مشمولہ، "راوی"، ص:۱۰۴

۱۲۔ جیلانی کامران، نقشِ کفِ پا، (پیش لفظ)، ص:۲۲۔۲۱

۱۳۔ غوری، محمد اظہر سے مقالہ نگار کا ایک انٹرویو، ۱۵ اکتوبر، ۲۰۱۹ء لاہور